پروفیسر امتیاز احمد سعید

اسلام اور سائنس

مذہب اور سائنس کی بحث مُدّت سے چلی آرہی ہے اور بیشتر مواقع پر سائنس اور مادّیت کو مذہب کے رَد وقبول کا معیار ٹھہرایا گیا ہے اور اس اعتبار سے سائنس بعض مذاہب کے لیے مہلک بھی ثابت ہوئی ہے۔ لیکن اسلام کے بارے میں یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس میں سائنس ایک وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے اور سائنس کی تمام ایجادات دراصل اسلام کی معنویت کا مادّی رُخ ہیں۔

سائنس کا مفہوم

اسلام اور سائنس کے اس تعلق کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سائنس کے مفہوم کو بیان کر دیا جائے اور پھر اس وضاحت کے بپیشِ نظر اسلام کا مطالعہ کیا جائے تاکہ حقیقت از خود واضح ہو جائے۔ "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" کے مطابق "سائنس" کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ سائنشیا (SCIENTIA) سے ماخوذ ہے جس کے معنی "علم" کے ہیں۔ اس انسائیکلو پیڈیا کے مقالے "سائنس" کا مصنف لکھتا ہے:

"سائنس کسی ایسے فیصلہ کن امر کی تلاش کا نام ہے جس کے بارے میں ہمہ گیر تائید حاصل کی جا سکے"[1] انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز کے مقالے "سائنس" کا مصنف یوں رقمطراز ہے:

"سائنس کی اصطلاح کا اطلاق عموماً کسی مربوط علم یا منظم قوانین کے مجموعے پر ہوتا ہے، یا خصوصاً ان نظاموں پر جن کے قوانین کو ہمہ گیر تائید حاصل ہے۔ یا وہ بدرجۂ غایت

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، مقالہ سائنس، جلد ۲۰، ص ۱۱۴

کمال کو پہنچ چکے ہیں۔[۵۲]

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے مقالے "سائنس" کا مصنف سائنس کی تعریف یوں کرتا ہے:

"سائنس وہ نظامِ علم ہے جس کی تعریف جزئی طور پر حقائق واقعیہ کے نفسِ مضمون سے لیکن کلی طور پر ان طریقوں سے کی جاتی ہے جن سے معینہ حقائق کو حاصل کیا جاتا ہے اور اس سے اخذ کردہ نتائج تجربہ کی کسوٹی پر پرکھے جا سکتے ہیں۔"[۵۳]

مشہور مصنف ایف۔ ایس ٹیلر اپنی کتاب "سائنس پاسٹ اینڈ پریزنٹ" میں سائنس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"سائنس وسیع ترین معنی میں عالمِ مادی کی توضیح کرنے اور اسے مسخر کرنے کے مربوط طریقے کا نام ہے"۔[۵۴] سر ولیم سیسل ڈیمپیر سائنس کے بارے میں رقمطراز ہے:

"سائنس مظاہرِ فطرت کے مرتب علم اور ان محمولات کے باہمی تعلق کا نام ہے جس میں یہ مظاہر سامنے آتے ہیں"۔[۵۵] مشہور زمانہ فلسفی برٹرینڈ رسل "سائنس" کی تعریف کرتے ہوئے اپنی رائے یوں ظاہر کرتے ہیں:

"سائنس جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایک خاص قسم کا علم ہے ایسی قسم جس میں متعدد جزئی حقائق میں ربط پیدا کرکے عام کلیے دریافت کیے جاتے ہیں"۔[۵۶]

جے۔ جی کروتھر اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

---

۵۲ انسائیکلو پیڈیا آف دی سوشل سائنسز، مقالہ "سائنس"، ج ۳، ص ۵۹۱

۵۳ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس مقالہ "سائنس" ج ۱۱، ص ۲۵۲

۵۴ ایف ایس ٹیلر، سائنس پاسٹ اینڈ پریزنٹ، ولیم ہائنمن۔ لندن، ۱۹۴۹، ص ۲

۵۵ ولیم سیسل ڈیمپیر، اے ہسٹری آف سائنس، کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۴۸، ص ۱۳

۵۶ برٹرنڈ رسل، دی سائنٹیفک آؤٹ لک، ایلن اینڈ انون، لندن، ۱۹۳۱، ص ۱۰

"سائنس ایک مربوط طرزِ عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنے ماحول پر قابو حاصل کرتا ہے۔"[۵۷]

جارج سارٹن کے نزدیک سائنس ایک مرتب و منظم قطعی اور اثباتی علم ہے۔[۵۸]

جیمز بی۔ کانٹ سائنس کی تعریف میں کہتے ہیں:

"سائنس تصورات اور تصوراتی منصوبوں کا ایک مربوط سلسلہ ہے جس نے تجربات و مشاہدات کے نتائج میں نشو و ارتقا حاصل کیا اور اس سے مزید تجربات و مشاہدات بارآور ہوئے۔"[۵۹]

سائنس کے تین اہم خصائص

ان مختلف آرا سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سائنس ایک علم ہے جس کا تعلق مادی دنیا سے ہے اور جو حقائق کے مشاہدے و تجربے اور ان سے نتائج اخذ و مرتب کرنے پر مبنی ہے۔ گویا سائنس کے تین اہم خصائص ہیں:

ا۔ سائنس ایک علم ہے اور یہ امرِ مسلم ہے کہ علم حاصل کرنا انسان کے بنیادی حقوق میں سے ہے۔

ب۔ سائنس کا طریقِ کار بالاختصاص مشاہدات، تجربات، نظریات اور انضباطِ اشیا پر مشتمل ہے۔

ج۔ سائنس کا مقصد مادی وسائل سے استفادہ کرنا اور بنی نوع انسان کو نفع پہنچانا ہے۔

پہلی خاصیت: علم کی عمومیت

سب سے پہلی بات لیجیے۔ یعنی علم حاصل کرنے کا بنیادی عمومی حق۔ اس زمانے میں جبکہ تعلیم عام اور لازمی ہے اور جب کہ انسان کے بنیادی حقوق ایک مسلمہ حقیقت بن چکے ہیں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ تعلیم کو معاشرے کے کسی خاص طبقے تک محدود رکھا جائے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی تاریخ کے ایک بہت طویل دور میں علم حاصل کرنے پر مذہبی

---

۵۷ جی۔ ڈی گرمد تمعر۔ دی سوشل ریلیشنز آف سائنس، ص ۱۔

۵۸ جارج سارٹن، مقدمہ تاریخ سائنس، مترجمہ نذیر نیازی، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۵۷، ص ۲

۵۹ جیمز بی کانٹ، سائنس اور عقل سلیم۔ مترجمہ غلام رسول مہر، شیخ غلام علی، لاہور، ص ۵۰

رہنماؤں یعنی پادریوں، کاہنوں اور برہمنوں وغیرہ کی اجارہ داری تھی۔ اس طبقے کی خواہش تھی کہ عام لوگ غریب اور جاہل رہیں تاکہ وہ ان پر جس طرح چاہیں حکومت کر سکیں۔ طرح طرح کی سزائیں دے کر اور عذاب اُخروی سے ڈرا کر عوام کو علم حاصل کرنے سے باز رکھا جاتا تھا۔ مذہبی رہنما اپنی معلومات کو بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے اس طرح کام میں لاتے تھے کہ عامۃ الناس پر ان کا اقتدار سلامت رہے۔

حصولِ علم پر اسلام کی تاکید

عین ان حالات میں جب کہ مذہبی رہنماؤں کی اجارہ داریوں کی بنا پر، پوری دنیا میں جہالت اور تاریکی کا دَور دَورہ تھا عرب کے افق پر ایک روشنی نمودار ہوئی۔ یہ علم کی روشنی تھی جو اسلام کی صورت میں رونما ہوئی اور جس نے پورے عالم کو منور کر دیا۔ یہ صحرائے عرب سے اٹھنے والی ایک صدائے بازگشت تھی جس نے جہالت و ظلمت کو ختم کر کے علم و حکمت کو عام کر دیا۔

قرآن پاک کی پہلی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں بھی علم ہی کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۗ"

(اے نبیؐ!) اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے (سب اشیا کو) پیدا کیا۔ (جس نے) انسان کو خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپؐ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی اور ان باتوں کی تعلیم دی جنھیں انسان پہلے نہیں جانتا تھا[۵]

قرآن پاک میں جا بجا اللہ تعالیٰ کے لیے عالم، علیم اور علّام کے صفاتی نام آتے ہیں جن سے علم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں بھی یہ صفت دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآن پاک میں متعدد انبیا کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں علم سے نوازا۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

---

۵ سورۃ العلق: ۱-۵

"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا"

اور آدمؑ کو سب چیزوں کے اسما کا علم دیا گیا۔[۱۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کا یہ انداز سکھایا ہے:

"قُلْ رَبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا"

اے نبیؐ! کہیے کہ اے میرے پروردگار میرا علم زیادہ کر[۱۲]

اہلِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

"هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ"

کیا علم والے اور جاہل برابر ہوتے ہیں؟[۱۳]

قرآن پاک کے علاوہ احادیث نبویؐ میں بھی علم کی بہت اہمیت و فضیلت بیان ہوئی ہے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ"

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔[۱۴]

حضرت انسؓ ہی سے مروی ایک دوسری حدیث ہے:

"مَنْ خَرَجَ فِىْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ"

جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکلا تو وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔[۱۵]

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

"اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ"

علم حاصل کرو چاہے اس کے لیے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔[۱۶]

قرآن و احادیث میں جہاں جہاں لفظ "علم" وارد ہوا ہے اس سے مراد وسیع ترین اور نفع بخش

---

[۱۱] سورۃ البقرۃ: ۳۱
[۱۲] طٰہٰ: ۱۱۴
[۱۳] الزمر: ۹
[۱۴] المشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، حدیث ۲۰۴
[۱۵] ایضاً، حدیث ۲۰۶
[۱۶] ایضاً

علم ہے۔ لیکن قرآن و سنت میں لفظ "حکمت" بھی آیا ہے جسے بعض علما نے لفظ "سائنس" کا ترجمہ بھی قرار دیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی صفت "حکیم" بھی مذکور ہوتی ہے اور جملہ انبیاء کو حکمت عطا کرنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ ایک مقام پر حکمت کو "خیر کثیر" سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:

"وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا"

(اور جسے حکمت دی گئی تو اسے خیر کثیر عطا کیا گیا)[17]

حدیث شریف میں بھی اس ضمن میں ارشاد ہوتا ہے:

"اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ"

(حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے)[18]

اسلام کے اس اقدام نے علم کو ایک عوامی چیز بنا دیا اور ہر عام انسان نے خود پڑھنا اور سوچنا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجے میں انسانی روح اور ذہن کو کامل آزادی حاصل ہوئی اور ایک ایسے جمہوری معاشرے کی بنیاد پڑی جہاں ہر فرد کو ترقی کے مساوی مواقع حاصل تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی دنیا کے طول و عرض میں تلاش و جستجو کا شوق و جذبہ تیزی سے پھیلنے لگا اور بالآخر یہی جذبہ سائنسی دور کا نقیب اور پیامی بنا۔

دوسری خصوصیت: سائنسی طریق کار

اب آئیے سائنس کی دوسری خصوصیت کی طرف یعنی سائنسی طریق کار۔ انسانی معاشرے کے ابتدائی دور میں جبکہ انسان ابھی علم و تہذیب سے نا آشنا تھا اور سطحی اور سرسری مشاہدے سے ہر شے کے بارے میں کوئی رائے قائم کر لیتا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا انسان نے اپنے تجربات کو علم کی بنیاد بنانا شروع کیا۔ مگر ابھی اس کا علم محض پیش آمدہ واقعات کی ایک فہرست تھا۔ اس کی معلومات بے ترتیب، ناقص اور پیش بینی کے مدارج سے بہت دور تھیں۔ استقرا و قیاس کا درجہ یونانی فلسفیوں کے عہد میں آیا لیکن انھوں نے تمام تر اہمیت تفکر و تعقل کو دی اور مشاہدے اور تجربے کو مطلقاً نظر انداز کر دیا۔

---

[17] سورۃ البقرہ ۲۶۹۔ [18] المشکوٰۃ المصابیح

تجربہ و مشاہدہ کے لیے اسلام کی تاکید

اس کے برعکس اسلام نے تمام تر توجہ عقل و تجارب کی طرف دلائی اور اس طرح تاریخ میں سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ سائنس کی بنیاد تجربات اور نظریات دونوں پر ہے۔ قرآن پاک کے تقریباً ایک تہائی حصے میں قدرت کے گوناگوں مظاہر کی طرف توجہ دلاکر کائنات کے مشاہدے اور مطالعے پر زور دیا گیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں لے کر چلتی ہیں اور اس پانی میں جس کو اللہ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد تروتازہ کیا، اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے مابین مسخر ہیں، ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں دلائل ہیں۔[19]

ایک دوسری جگہ قرآن پاک اعلان کرتا ہے :

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝"

وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے ہیں تاکہ تم ان سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کرو۔ ہم نے علم رکھنے والوں کے لیے آیات کو کھول کر پیش کر دیا۔[20]

قرآن پاک بار بار سیاحت، مشاہدے اور تفکر و تدبر پر زور دیتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

اُنْظُرُوْا مَا ذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

مشاہدہ کرو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا ہے۔[21]

---

[19] سورۃ البقرۃ : ۱۶۴ ۔ [20] سورۃ الانعام : ۹۷ [21] یونس : ۱۰۱

"اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ" ۔ "اَفَلَا یَتَفَکَّرُوْنَ" ۔ "اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ"

کیا وہ نہیں دیکھتے۔ کیا وہ غور نہیں کرتے ۔ کیا وہ تدبّر نہیں کرتے ۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

"اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۝"

کیا یہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کس طرح پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو کہ کیسے کھڑے کیے گئے ہیں اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے [۳۲]

ان آیاتِ کریمہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیاتِ قرآنی میں کائنات، حیوانات اور حشرات الارض، نباتات، سیاحت، جہاز رانی، جغرافیہ و ریاضی اور طب وغیرہ سائنسی علوم کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے ۔ قرآن حکیم نے ان حقائق کو بھی بیان کیا ہے جن کو سائنس دان ہنوز دریافت نہیں کر سکے ۔ لہٰذا یہ قرآن پاک ہی کا فیض تھا کہ انسان نے اس روش پر قدم رکھا جس سے اس کے اندر علمی روح بیدار ہوئی اور اس نے علوم و فنون کی مردہ رگوں میں زندگی کا خون دوڑایا اور بالآخر اس نے جدید سائنس کے لیے راہیں ہموار کیں ۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبے میں اس نکتے کو بڑی خوب صورتی سے پیش کیا ہے ، کہتے ہیں :

"لیکن قرآن کا یہ نظریہ خاص غور کا مستحق ہے جس نے اسلام کے متبعین میں حقیقت نفس الامری کے احترام کا بیج بویا جس کی وجہ سے آخرکار وہ جدید سائنس کے موجد قرار پائے ۔ ایک ایسے دور میں جبکہ تلاشِ حق کی راہ میں مشاہدات کو ہیچ گردانا جاتا تھا، تجرباتی روح کو بیدار کرنا بہت بڑی اہمیت کا حامل تھا" [۳۳]

گویا اسلام نے تجسس کی نئی روح بیدار کر کے اور تجربات و مشاہدات کے جدید طریقے پیش کر کے موجودہ سائنس کی بنا ڈالی۔

---

[۳۲] الغاشیہ : ۱۷ - ۲۰ -

[۳۳] محمد اقبال دی کانسٹرکشن آف ریلیجس تھاٹ اِن اسلام ، لیکچر نمبر ۶

تیسری خصوصیت : مادیت سے تعلق

اب سائنس کی آخری خصوصیت پر نظر ڈالیے۔ یعنی مادی دنیا سے اس کا تعلق۔ سب جانتے ہیں کہ اسلام سے قبل دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے مذاہب آئے ان سب نے اپنے پیروکاروں کو یہ تعلیم دی کہ " دنیا اور معاملاتِ دنیا کو ترک کرو اور حیات بعد الموت کی فکر کرو۔" دنیاوی مال و دولت کو حصولِ نجات کی راہ میں رکاوٹ تصور کیا گیا اور روح کی نجات کے لیے ترکِ دنیا اور رہبانیت کو ضروری قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس غیر فطری طریقِ کار میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی کہ کائنات کا علم حاصل کیا جائے۔

اسلام کا نظریۂ تسخیرِ کائنات

اسلام نے آکر اس نقطۂ نظر کو سر تا سر تبدیل کر دیا اور ہادئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر لا رھبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں ترک دنیا کے لیے کوئی گنجائش نہیں) لاما، سنیاسی، جوگی اور راہب وغیرہ کے ترک دنیا کی تمام صورتوں کی نفی کر دی ہے۔ اسلام اس کے برعکس یہ تعلیم دیتا ہے کہ کائنات اور اس کی ہر شے کو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے تصرف میں لایا جائے۔ صرف یہی نہیں کہ انسان مادی ذرائع و وسائل کی ظاہری ہیئتوں سے کام لے بلکہ یہ بھی کہ وہ فطرت کی تمام قوتوں کو مسخر کر کے اپنے کام میں لائے۔ چنانچہ قرآن پاک بہ بانگِ دہل اعلان کرتا ہے :

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔[۲۴]

گویا اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ نجات کا دار و مدار ترکِ دنیا میں نہیں بلکہ اس مادی دنیا میں اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی گذارنے پر ہے۔ کائنات اور اس کی تمام اشیا کو پوری طرح کام میں لایا جائے اور تمام مادی وسائل کو بنی نوع انسان کی بہبود کے لیے استعمال

---

۲۴ سورۃ الجاثیہ : ۱۳

کیا جائے۔ یہی سائنس کا مدعا بھی ہے۔

الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نہ صرف جدید سائنس کے تمام اساسی نظریات کی توثیق و تائید کرتا ہے بلکہ درحقیقت اسلام ہی نے اس کی بنیاد بھی ڈالی ہے اور اسے موجودہ رجحانات کی طرف گامزن کیا ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال کا یہ دعویٰ بالکل حق بجانب ہے کہ سائنس کی موجودہ ترقی اسلام کی ابتدائی تعلیم ہی کی مرہونِ منت ہے۔

سائنس کا ارتقاء

یہ تو تھا سائنس کے بارے میں اسلام کا نظری پہلو۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس بارے میں اسلام کا عملی رویہ کیا رہا ہے اور اس کے پیروکاروں نے سائنسی علوم کو کہاں تک اپنایا اور اس میدان میں کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیے؟ اس بات کا جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ سائنس کی تاریخ اور اس کے ارتقاء پر ایک نظر ڈالی جائے۔ مورخین نے سائنس کی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ قدیم سائنس ۴۰۰۰ ق م تا ۷۰۰ ع
۲۔ سائنس کا اسلامی دور ۷۰۰ ع تا ۱۳۰۰ ع
۳۔ جدید سائنس ۱۳۰۰ ع تا بیسویں صدی عیسوی

ماہرین علم الانسان کے مطابق سائنسی ترکیب و عمل بنی نوع انسان کی ابتدا سے چلا آتا ہے اور انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقا کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم نے بھی عروج و ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ چارلس سنگر لکھتا ہے:

"سائنس ایک عمل ہے لیکن اس عمل کی ابتدا کب ہوئی؟ اس سوال کا جواب دینا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ اس سوال کا کہ انسان نے بوڑھا ہونا کب شروع کیا؟"[۲۵]

قدیم یونانی اور مصری دور

تاریخ بتاتی ہے کہ آج سے کوئی پانچ چھ ہزار سال قبل وادیٔ دجلہ و فرات میں لوگ آباد تھے اس زمانے میں انھوں نے آمد و رفت اور باربرداری کے لیے پہیہ اور بادبانی جہاز ایجاد کیے مصریوں نے

۲۵۔ چارلس سنگر، شارٹ ہسٹری آف سائنس ٹو دی نائنٹینتھ سنچری، آکسفورڈ۔ کلیرنڈن پریس۔ ص ۲۔

لاشوں کو حنوط کرنے میں مہارت حاصل کی اور اہرامِ مصر کی تیاری کے لیے میکانکی طریقے اور اوزار استعمال کیے۔ پھر زمین کی پیمائش اور تقسیم کا طریقہ بھی معلوم کیا۔ تقریباً ۴۰۰۰ ق م میں انھوں نے کیلنڈر ایجاد کیا۔ اس کے علاوہ طب و جراحت میں بھی ترقی حاصل کی۔ اسی طرح مصر اور بابل میں سائنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔ ایل۔ ڈبلیو۔ ایچ ہل اس بارے میں اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں :

"یہ سب کچھ یقیناً سائنس تھا لیکن محض حقائق کا گوشوارہ مرتب کرنا سائنس کا صرف ایک رخ ہے۔ دلائل کی تلاش اور متفقہ نظریات کی ایجاد کا کوئی رجحان نہیں تھا۔"[۲۶]

اس کے بعد سائنس کا مرکز یونان میں منتقل ہوا۔ یونانیوں نے سب سے پہلے دھوپ گھڑی ایجاد کی۔ فیثا غورث نے زمین کی حرکت اور اس کے گول ہونے کا نظریہ پیش کیا۔ بقراط نے علم العلاج کی طرح ڈالی۔ افلاطون نے علم الاعداد میں نیا کلیہ دریافت کیا۔ ارسطو نے جانوروں اور پودوں کی نشوونما پر تحقیقات کیں۔ چارلس سنگر اس بارے میں لکھتا ہے :

"ہم یونانیوں سے ابتدا کرتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ پہلے سائنسدان یونانی تھے (جوکہ وہ نہیں تھے) بلکہ اس لیے کہ پہلے لوگ جن کے بارے میں ہمارے پاس باقاعدہ ریکارڈ موجود ہے اور جن کو اس بات کی آگہی تھی کہ سائنسی جستجو کا عمل غیر معین مدت تک جاری رہے گا۔ یہ یونانی زبان بولتے تھے اور خود کو ہیلانیوں میں شمار کرتے تھے۔"[۲۷]

تیسری صدی عیسوی کے آخر میں یونانی علوم کا مرکز اسکندریہ بن گیا۔ بطلیموس دوم نے یہاں ایک جامعہ کی بنیاد رکھی جس میں نامور سائنسدانوں اور محققین نے شاندار کارنامے انجام دیے۔ ارشمیدس نے لیور اور چرخی ایجاد کی اور ٹھوس چیز کے مائع میں ڈوبنے پر وزن کم ہونے کا اصول وضع کیا۔ ارسطا خورس نے معلوم کیا کہ سورج زمین کی گردش کا مرکز ہے اور زمین کے قطر کا بھی اندازہ لگایا۔ بطلیموس نے فلکیات میں نئے نظریات پیش کیے اور تشریح الابدان اور

---

۲۶ ایل۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ ہل، ہسٹری آف فلاسفی آف سائنس (لندن۔ لانگمین گرین اینڈ کمپنی۔ ۱۹۵۹ء) ص ۵۔

۲۷ چارلس سنگر۔ اے شارٹ ہسٹری آف سائنس، ص ۵

منافع الاعضا کی بنیاد رکھی۔ جارج سارٹن اسکندریہ کی اس ترقی کے بارے میں رقمطراز ہے:

"یہ تہذیب و ثقافت کے اثر و نفوذ اور اخذ و بدل کا رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان مرکز بن گیا۔ اس سے بھر کرۂ ارضی کے دونوں حصص یعنی ایشیا اور یورپ کے ذہنی ارتقا کے لیے نہایت گہرے اور وسیع نتائج مرتب ہوئے۔"[۲۸]

یونانی صرف منطقی قسم کے لوگ تھے اس لیے کئی ایک اچھوتے نظریات قائم کر لینے کے باوجود بھی ان کے ہاں تجرباتی کام کا فقدان تھا اور ان کے علوم کا رجحان جدید سائنس کی طرف نہ تھا۔ برٹرینڈ رسل بیان کرتا ہے:

"یونانیوں نے دنیا کا سائنس دان کی بجائے شاعر کی حیثیت سے مطالعہ کیا۔"[۲۹]

سائنس کے اس ابتدائی دور کے بعد دنیا پر تاریکی اور جہالت کا دور چھا گیا۔ کیونکہ یونان پر جب رومیوں کا قبضہ ہوا تو انھوں نے ملک گیری اور فتوحات کے سوا کچھ نہ کیا۔ ساتھ ہی عیسائیت بھی رومی سلطنت میں پھیلنے لگی اور عیسائیت نے سائنس کو خلافِ مذہب قرار دیا۔ اسی لیے یونانی اور دیگر علما اور حکما کی کتابوں کا پڑھنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ یونانی سائنس کی تعلیم بند کر دی گئی اور عظیم کتب خانے نذرِ آتش کر دیے گئے۔ اہلِ علم پر ظلم و ستم ڈھائے گئے اور سائنسدانوں پر تشدد کیا گیا اور تقریباً ایک ہزار سال تک یورپ پر یہی کیفیت طاری رہی۔ مشہور مصنف امیر علی لکھتے ہیں:

"چوتھی صدی سے بارھویں صدی عیسوی تک یورپ پر نہایت گہری تاریکی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ عیسائی مذہبی رہنماؤں کا تیز و تند تعصب ہر اس رستے اور ہر اس روزن کو بند کیے ہوئے تھا جہاں سے علم، تہذیب اور انسانیت کی روشنی داخل ہو سکتی تھی۔ قسطنطین اور اس کے جانشینوں کے عہد میں غیر عیسائی آزاد خیال بادشاہوں کی قائم کی ہوئی لائبریریاں تباہ کر دی گئیں۔ علم کو جادو قرار دیا جاتا تھا۔ اور سائنس و فلسفہ وغیرہ کے علما کو غدار سمجھا جاتا تھا اور کلیسا کی طرف

---

۲۸ مقدمہ تاریخ سائنس مترجم نذیر نیازی، ج ۱، ص ۲۶۶۔

۲۹ برٹرینڈ رسل، دی سائنٹیفک آؤٹ لک (لندن۔ ایلن اینڈ انون: ۱۹۳۱) ص ۱۸

سے ان کو سزا دی جاتی تھی۔[۳۰]

اسلامی دور

اس دورِ تاریکی کو بالآخر اسلام نے ختم کیا اور علم وحکمت کے نور کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔ اس کی ابتدا قرآن پاک سے ہوئی۔ کتاب اللہ میں سائنس وفلسفہ کی باتوں کا نہ صرف ذکر کیا گیا ہے بلکہ اس میں انبیا کے بعض علمی تجربات ومشاہدات بھی بیان ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو پرندوں کے واقعہ سے مُردوں کے زندہ کرنے کا مشاہدہ کرایا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو ذاتِ باری تعالیٰ کا جلوہ دکھایا گیا اور حضرت عزیرؑ نے بھی مُردے کے دوبارہ زندہ ہونے کا مشاہدہ کیا۔ یہ سائنسی علوم انبیا کو بھی تعلیم کیے گئے۔ چنانچہ دیوار ذوالقرنین کشتیٔ نوح وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس صحیح معنوں میں دنیا کے لیے رحمت ثابت ہوئی۔ آپؐ نے جہاں ہر شعبۂ زندگی میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کی وہاں سائنس کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ آپؐ نے ہر قدم پر مشاہدہ اور تجربہ کی مثال دنیا کے سامنے پیش کی۔ طب کے دائرہ میں آپؐ کے ارشادات طبی سائنس کے نظریات میں بڑے اہم ہیں۔ غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی عربوں کی جنگی سائنس میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔

خلافتِ راشدہ میں علوم کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ اس دور میں غیر مسلم ماہرین علم وادب سے کتابت وخطابت کا سلسلہ قائم ہوا۔ عہدِ بنی اُمیّہ میں علوم کی سرگرمیوں کی باقاعدہ طور پر ابتدا ہوئی۔ مصر سے فلاسفۂ یونان کی ایک جماعت بلوائی گئی اور اس کی مدد سے طب، نجوم اور کیمیا کی کئی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ سائنس کو حقیقی نشو و ارتقا عہدِ بنی عباس میں حاصل ہوا۔ یہ زمانہ اسلامی سائنس کا زریں دور کہلاتا ہے۔ سائنسی علوم کے اس عروج و ارتقا کے بارے میں ابنِ خلدون نے لکھا ہے:

"شروع شروع میں عرب چونکہ بدویت اور سادگی کے دور سے گزر رہے تھے اور جملہ صنائع سے بے بہرہ اور بے تعلق تھے، اس لیے یہ علوم حکمیہ سے بھی کنارہ کش رہے۔ لیکن جب

---

[۳۰] امیر علی اسپرٹ آف اسلام حصہ دوم، باب نہم۔

ان کی سلطنت نے شان پکڑی اور رعب بھی شہریت اور حضریت سے خوگر ہوئے اور نہ صرف خوگر ہونے، بلکہ دوسروں سے بھی تمدن میں بازی لے گئے تو قسم قسم کے صنائع و علوم کا ان کے ہاں بھی چرچا ہونے لگا اور علومِ حکمیہ کا ان کے دل میں زبردست شوق بھڑکا۔[۳۱]

ترقی کا یہ دَورِ زرّیں عہدِ مامونی میں اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ خلیفہ مامون الرشید نہ صرف اہلِ علم کی سرپرستی کرتا تھا بلکہ ریاضی اور علم ہیئت کا خود بھی عالم تھا۔ اس کا سب سے اہم بالشان کارنامہ "بیت الحکمت" کا قیام ہے۔ یہ ایک طرح کی علمی اکیڈمی تھی جس میں تین شعبے تھے۔ ایک ترجمہ کا شعبہ تھا جس میں یونانی اور عربی زبانوں کے ماہرین قدیم یونانی سائنسدانوں اور فلسفیوں کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتے تھے۔ دوسرا شعبہ تصنیف و تالیف کا تھا۔ اس میں مختلف علوم کے ماہر علما خود کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ تیسرا شعبہ علمی تجربات کا تھا جس کے تحت فلکیات کے علمی مشاہدے کیے جاتے تھے اور اس مقصد کے لیے ایک شاندار رصدگاہ بھی قائم کی گئی تھی۔ بیت الحکمت کے ساتھ ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا جس میں مختلف زبانوں کی علمی کتابیں دور دراز ممالک سے جمع کی گئی تھیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں مسلمان سائنسدان اٹھے اور انھوں نے نہ صرف سائنس کو مدوّن کیا بلکہ سائنسی علوم میں جدید نظریات کا اضافہ بھی کیا۔ مسلمانوں کے علمی کمالات کا اندازہ لگانے کے لیے مختلف سائنسی علوم کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

سائنسی علوم میں مسلمانوں کے کارنامے

علم کیمیا میں جابر بن حیان، محمد زکریا رازی، ابومنصور موافق اور ابوالقاسم نے کارنامے نمایاں انجام دیے۔ جابر بن حیان نے جدید تجرباتی طریق اور متعدد کیمیاوی عمل مثلاً عمل تحلیل، عمل تقطیر، عمل کشید، عمل تصعید اور قلماؤ وغیرہ سے کام لیا۔ آلاتِ کیمیا بناتے اور کئی کیمیاوی مرکبات مثلاً فولاد بنانا، چمڑا رنگنا، دھاتوں کو مصفّٰی کرنا، موم جامہ بنانا، لوہے پر وارنش کرنا ایجاد کئے اور خضاب، گندھک اور شورے سے کا تیزاب بھی تیار کیا۔ اس کی کتاب "کیمیا" ۱۹۲۲ میں جرمنی

---

[۳۱] مقدمہ ابن خلدون: مترجم مولانا سعد حسن خاں یوسفی، ص ۴۹۷

سے شائع ہوئی اور اسے علم کیمیا کا بانی مانا گیا۔ چنانچہ حمید عسکری لکھتے ہیں :

" یورپ کے تمام محقق اس بات پر متفق ہیں کہ تاریخ میں پہلا کیمیادان جس پر یہ نام صادق آتا ہے، جابر بن حیان تھا۔"[۳۲]

چارلس سنگر کی رائے ہے :

" بہت سی فنی اصطلاحات جابر کی عربی تحریروں سے لاطینی کے واسطے سے یورپ میں پہنچیں۔"[۳۳]

علم طبیعیات میں یعقوب کندی اور ابن ہیثم نے دنیا کو نئے نظریات سے روشناس کرایا۔ یعقوب کندی ایک ہمہ گیر شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی تحقیق کا دائرہ نہایت وسیع تھا اور اس نے دو سو پچاس کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ لیکن اس کا ایک اہم کارنامہ طبیعیات کی شاخ آواز سے متعلق ہے۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے موسیقی پر سائنسی نقطۂ نظر سے بحث کی۔

مشہور ماہر طبیعیات ابن الہیثم نے انسانی آنکھ کی ساخت اور ترکیب کو مفصل و مکمل طور پر بیان کیا۔ اس نے یونانیوں کے قدیم نظریہ کو غلط ثابت کر دیا کہ آنکھوں کو بصارت ان کی اپنی شعاعوں کے منعکس ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور جدید و صحیح نظریہ پیش کیا کہ اشیا کا انعکاس پردے پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے انعکاس نور پر مختلف تجربے کر کے فوٹو گرافی کی ایجاد کے لیے راہ ہموار کی۔ اس نے طبیعیات میں "روشنی" پر ایک معرکۃ الآرا کتاب تصنیف کی جس کے بارے میں حمید عسکری لکھتے ہیں :

'کتاب المناظر' ابن الہیثم کا شاہکار ہے۔ یہ طبیعیات کی ایک مشہور شاخ روشنی پر دنیا کی پہلی جامع کتاب ہے۔[۳۴]

کندی اور ابن الہیثم کے علاوہ محمد بن موسیٰ شاکر، محمد زکریا رازی اور عبدالرحمٰن بن ناصر نے بھی طبیعیات میں اہم کارنامے انجام دیے۔ محمد بن موسیٰ شاکر پورے اسلامی دور میں میکانیات کا سب سے بڑا ماہر تھا۔ البیرونی

---

۳۲ حمید عسکری، نامور مسلمان سائنسدان۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۱۲۲

۳۳ چارلس سنگر، اے شارٹ ہسٹری آف سائنس، ص ۱۳۲

۳۴ حمید عسکری: کتاب مذکور، ص ۲۳۴۔

نے سونا، چاندی، تانبا، لوہا، ٹین، جست وغیرہ مختلف دھاتوں کا وزن دریافت کیا۔ اور ابوالحسن نے دُوربین ایجاد کی۔

کششِ ثقل جس کا بانی سر اسحاق نیوٹن تصور کیا جاتا ہے، اس کی بنیاد دراصل مشہور طبیب ثابت بن قرہ نے رکھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ "اگر پوری زمین بلند ہو کر فلک شمس سے مل جائے اور وہاں سے پتھر چھوڑا جائے تو پتھر زمین کی طرف جائے گا کیونکہ وہ اپنے مشابہ جسم کو ڈھونڈتا ہے۔"[۳۵]

علم نباتات میں ابوزکریا، یحییٰ بن محمد، عبداللہ بن احمد، ابن وحشی اور ابن مسکویہ کے نام سرِ فہرست ہیں۔ حیاتِ نباتات کا نظریہ، جسے دورِ حاضر سے منسوب کیا جاتا ہے دراصل اس کا بانی ابن مسکویہ تھا جس نے تاریخ میں پہلی بار یہ دعویٰ کیا کہ "کھجور میں زندگی ہے، احساس ہے، نر و مادہ کی تفریق ہے، دماغ ہے۔ میں نے کھجور اور حیوانات میں بہت سی مشابہتیں دیکھی ہیں۔ یہ نباتات کی زندگی کا ادنیٰ درجہ ہے۔"[۳۶]

علم حیوانات میں ابوعبیدہ، حمیری، مسعودی، ابن مسکویہ نے قابلِ فخر کارنامے انجام دیے۔ ابن مسکویہ نے اپنی کتاب "الفوز الاصغر" میں مسئلہ ارتقا پر پورا ایک مقالہ لکھا اور یہ ثابت کیا کہ "جب حیوان زیادہ ترقی کر جاتا ہے تو انسانیت کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔"[۳۷] اسی طرح مشہور مورخ ابن خلدون نے ابن البشرون کا یہ مقولہ نقل کیا ہے "مٹی نبات ہو جاتی ہے اور نبات سے حیوان پیدا ہوتے ہیں۔"[۳۸]

علم ہیئت مسلمانوں کا خاص فن تھا۔ محمد بن جابر بستانی نے ہیئت کے صحیح نقشے مرتب کیے۔ موسیٰ نے اصطرلاب ایجاد کیا۔ اس کے علاوہ خوارزمی، احمد بن محمد نہاوندی، محمد بن موسیٰ بن شاکر، محمد بن عیسیٰ، ابراہیم، ابوالعباس اور فرغانی جیسے نامور علما نے شاندار کارنامے انجام دیے۔

---

۳۵ بحوالہ حکیم آفتاب قرشی: سائنس اور مسلمان ص ۲۸

۳۶ ابن مسکویہ: اخوان الصفاء ص ۷۔ بحوالہ آفتاب قرشی: سائنس اور مسلمان ص ۲۷

۳۷ ابن مسکویہ: الفوز الاصغر، ص ۹۰ - " " " " ص ۲۶

۳۸ ابن خلدون، مقدمہ، ص ۴۰۴

علم ریاضی بھی مسلمانوں کی خاص توجہ کا مرکز رہا - اور اس میں بڑے بڑے نامور علما ہوتے - خوارزمی نے صفر کا پہلی مرتبہ استعمال کیا اور دو کتابیں "حساب" اور "جبر و مقابلہ" تصنیف کیں، جو تاریخی حیثیت کی حامل ہیں - علامہ شبلی کہتے ہیں کہ "علم جبر و مقابلہ پر اسلام میں اس کی اوّل کتاب ہے"[۳۹] عمر خیام نے اس فن میں اپنی معرکۃ الآرا کتاب "مکعبات" لکھی جس میں جذر نکالنے کے طریقے بیان کیے - اس کے علاوہ البیرونی، ابو عبداللہ، محمد بن ابراہیم، عبدالرحمٰن، ابراہیم مصری، ابوالعباس، نصیر الدین طوسی وغیرہ ماہر ریاضی دان تھے - ابوالوفا بوزجانی کے بارے میں سارٹن لکھتا ہے :

"اس نے "سائن" کو شوار سے مرتب کرنے کا نیا طریقہ معلوم کیا -"[۴۰]

علم جغرافیہ میں خوارزمی، یعقوبی، ابن یحییٰ، زکریا، ابن محمد قزوینی اور ابن حوقل کی خدمات قابلِ فخر ہیں - ابن حوقل جوزی کی کتاب "صورۃ الارض" نے خاص شہرت پائی -

علم طب بھی مسلمانوں کا خاص فن تھا - اس فن میں محمد زکریا رازی نے سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں - اسے دنیائے اسلام کا طبیب اعظم سمجھا جاتا ہے - جیسا کہ ڈیمپئر نے لکھا ہے :

"اسے اسلام کا سب سے بڑا طبیب سمجھا جاتا ہے، بلکہ قرونِ وسطیٰ میں ساری دنیا کا -"

دنیائے اسلام کا دوسرا نامور طبیب بوعلی سینا ہے - وہ پہلا معالج تھا جس نے علاج نفسیات کی اہمیت کو تسلیم کیا -[۴۱]

بوعلی سینا نے اس فن میں بہتر کتابیں لکھیں - جن میں "القانون" نے خاص شہرت حاصل کی - اور "الشفا" مختلف علوم کا مخزن ہے اور اس کی اٹھارہ جلدیں ہیں -[۴۲]

"القانون" وہ اہم تالیف ہے جس نے بوعلی سینا کے نام کو حیاتِ جاوید عطا کی اور یورپ میں اس کی بہت بڑی شہرت کا باعث بنی - "قانونِ ابنِ سینا اس وقت تمام علومِ طبیہ کی

---

[۳۹] شبلی نعمانی، المامون، ص ۱۹۸

[۴۰] جی سارٹن، انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف سائنس - ج ۱، ص ۶۶۷

[۴۱] ڈیمپئر، اے ہسٹری آف سائنس، ص ۷۴

[۴۲] محمد لطفی جمعہ، تاریخ فلاسفۃ الاسلام، ص ۷۳

اساس اور تمام اہلِ طب کی رہنما ہے جس کی نظیر صدیوں تک ملنی مشکل ہے[۴۳]

" القانون " یورپ کے میڈیکل کالجوں میں آٹھ صدیوں تک پڑھائی جاتی رہی۔ چارلس سنگر کہتا ہے :

" یہ عربوں کے طریق کار کا نقطۂ عروج اور شاہکار تھی اور یہ غالباً طب کی بقیہ مدون کتب میں سب سے زیادہ مطالعہ کی گئی ہے"[۴۴]

علم طب کی شاخ جراحت میں ابوالقاسم زہراوی نے خاص شہرت پائی۔ اس نے سر، دانتوں اور گردہ کے مختلف اپریشن کیے۔ اس کی کتاب " التعریف " فنِ جراحت کا شاہکار ہے اور صدیوں تک یورپ کی طبی درس گاہوں میں شاملِ نصاب رہی۔ علم الادویہ میں بھی مسلمانوں نے بڑی ترقی کی۔ ان کا جالینوس فارماکوپیا یورپ میں اب تک رائج ہے۔ ابنِ رشد اور ابوالحسن نے بھی طب میں خاص مقام حاصل کیا۔

اعترافِ حقیقت

غرض سائنس کے عملی میدان میں بھی مسلمانوں نے اس قدر ترقی حاصل کر لی تھی کہ انھوں نے کئی نئے سائنسی نظریات ترتیب دیے مگر اہلِ مغرب نے انھیں اپنی جانب منسوب کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس کا کوئی نظریہ ایک دن میں معرضِ وجود میں نہیں آیا، بلکہ سائنس ایک مسلسل عمل ہے اور اس کے نظریات سالہا سال کی مسلسل سعی و کاوش اور جاں کاہ تحقیق کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے یہ بات صحیح نہیں کہ گذشتہ تین صدیوں میں یورپ نے سائنسی علوم میں جو ترقی حاصل کی ہے اس کا اسلامی دور سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جدید سائنس کی جڑیں اور بنیادیں اسلامی دور سے قبل تک چلی جاتی ہیں۔ ایک عرصہ تک اس حقیقت کی پردہ پوشی کی جاتی رہی مگر اب جبکہ اہلِ اسلام جاگ اٹھے ہیں مستشرقین ان حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ مشہور مستشرق برٹرینڈ رسل لکھتا ہے :

---

۴۳ آفتاب احمد قریشی۔ سائنس اور مسلمان ص ۱۶

۴۴ چارلس سنگر، اے شارٹ ہسٹری آف سائنس، ص ۱۳۲۔

"عرب یونانیوں کی نسبت زیادہ تجرباتی تھے۔ اور یہ صرف عربوں ہی کا کارنامہ تھا کہ یورپ کے دورِ ظلمہ میں تہذیبی روایات آگے بڑھتی گئیں اور راجر بیکن جیسے علمائیوں نے قرونِ وسطیٰ کے سائنسی نظریات سے جو استفادہ کیا وہ عربوں ہی کا طفیل تھا۔"[۴۵]

ایک دوسرے یورپی مفکر بریفالٹ نے لکھا ہے:

"ہماری سائنس پر عربوں کا جو احسان ہے وہ چونکا دینے والے انکشافات یا انقلابی نظریات پر مشتمل نہیں۔ بلکہ سائنس اس سے بھی زیادہ عربی ثقافت کی ممنونِ احسان ہے۔ کیونکہ در اصل سائنس کو اسی ثقافت نے جنم دیا ہے۔ دنیائے قدیم "قبلِ سائنس" کی دنیا تھی۔ یونانیوں کی فلکیات و ریاضیات باہر سے درآمد ہوئی تھیں۔ چنانچہ یونانی ثقافت انھیں پورے طور پر کبھی جذب نہ کر سکی۔ اس میں شک نہیں کہ یونانی اپنے علوم کو مرتب کرتے تھے، عمومیت دیتے تھے، نظریات قائم کرتے تھے لیکن مستقل تحقیق و تفتیش، مثبت علم کی فراہمی، سائنس کی باریک بینی، مفصل و طویل مشاہدات اور تجربی تجسس، یہ سب لوازمِ علمی یونانی مزاج سے قطعاً بعید تھے۔ قدیم کلاسیکی دنیا میں صرف ہیلانی اسکندریہ کے اندر سائنسی عمل کی سعی کا سراغ ملتا ہے۔ ہم جس چیز کو سائنس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ اس امر کا نتیجہ ہے کہ تحقیق کی نئی روح پیدا ہو گئی تفتیش کے نئے طریقے معلوم کیے گئے۔ تجربے، مشاہدے اور پیمائش کے اسلوب اختیار کیے گئے۔ ریاضیات کو ترقی دی گئی۔ اور یہ سب کچھ ایسی شکل میں نمایاں ہوا جس سے یونانی بالکل بے خبر تھے۔ دنیائے یورپ میں اس روح کو اور ان اسالیب کو رائج کرنے کا سہرا عربوں کے سر ہے۔"[۴۶]

مشہور مغربی مورخ فلپ کے ہٹی اقرار کرتا ہے کہ:

"طب، علمِ ہیئت اور ریاضی کے علاوہ عربوں نے علم کیمیا میں ایک عظیم اضافہ کیا۔ انھوں نے کیمیا اور دیگر علومِ طبیعیات میں تجرباتی طریق رائج کیا جو کہ یونانیوں کے توہمات اور مبہم

---

۴۵ برٹرینڈ رسل، دی سائنٹیفک آؤٹ لک، ص ۲۰۲، ۲۲

۴۶ رابرٹ بریفالٹ تشکیلِ انسانیت۔ ترجمہ عبدالمجید سالک۔ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۲۴۲-۲۴۳

نظریاتی قیاس آرائیوں سے یقیناً بہتر اور بلند تھا۔[۴۷]

ایک اور مغربی مورخ اسٹینلے لین پول اسپین کی علمی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے اعتراف کرتا ہے:

"اس ملک میں مسلمان حکمرانوں کے عہد میں فنونِ لطیفہ، علم و ادب اور سائنس اس طرح پھلے پھولے جس کی مثال یورپ کا کوئی ملک پیش نہیں کر سکتا۔ فرانس، جرمنی اور انگلستان سے طلبا اسپین کے علمی سرچشموں پر اپنی پیاس بجھانے آتے تھے اسپین کے جراح اور طبیب اپنے فن میں بہت آگے نکل گئے تھے۔"[۴۸]

حمید عسکری کی رائے ہے:

"اسلام کے پیرو علم کی مشعل کو روشن کرنے اور اس کی روشنی کو روئے زمین کے دور دراز گوشوں تک پہنچانے کے لیے سرگرمِ عمل ہو گئے۔ آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر تیرھویں صدی تک کا زمانہ علم و حکمت کا اسلامی دور ہے۔ اس دور میں فلسفہ، طب اور سائنس کے فراموش شدہ علوم کو مسلمانوں نے نہ صرف زندہ کیا بلکہ اپنی جدید تحقیقات سے ان کو نئی وسعت بخشی۔ اس عہد میں جو مسلمان فلسفی، حکیم اور سائنس دان پیدا ہوئے وہ اپنے زمانے کے لحاظ سے بعد میں آنے والے یورپی دور کے فلسفیوں، حکیموں اور سائنس دانوں سے کسی طور سے کم نہ تھے۔"[۴۹]

محمد سعید نے اپنی رائے یوں بیان کی ہے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یونانیوں نے بعض علوم میں ترتیب و سلیقہ پیدا کیا، اسے فروغ دیا، اس کے واضح، آسان اور عام فہم اصول وضع کرنے کی کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی، مگر تحقیق کی صبر آزما منزلیں، خالص علم کی تحصیل اور اسے محفوظ رکھنے کا مشکل ترین کام، سائنس کے باریک اور نازک قاعدے، جزئیات میں دھنس جانے کے لیے طویل مشاہدے اور تجرباتی تفتیش وغیرہ، یہ سب کی سب ایسی خشک چیزیں تھیں جن سے یونانی

---

۴۷ فلپ کے ہٹی ہسٹری آف دی عرب ص ۳۸۰

۴۸ اسٹینلے لین پول۔ مورزان اسپین۔ ۴۹ حمید عسکری: نامور مسلمان سائنس دان، ص ۱۲۱

مزاج قطعی نا آشنا تھے۔ مگر قرآنی تعلیمات نے ان چیزوں کو مسلمانوں کی فطرت میں داخل کر دیا تھا۔[۵۰]

حرفِ آخر

مختصر یہ کہ اسلام اور سائنس میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔ قرآن و احادیث نے سائنس کی تائید کی اور سائنسی علوم کے حصول کی طرف توجہ دلائی۔ مسلمانوں نے ان علوم کو نہ صرف حاصل کیا بلکہ اپنا خونِ جگر پلا کر انھیں بامِ عروج پر پہنچایا۔ مسلمان خلفا نے ان علوم کی سرپرستی کی اور عامۃ المسلمین نے ان کو قبول کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس تمام مادی علوم کا سرچشمہ، معلومات کا خزینہ اور معرفتِ الٰہیہ کا زینہ ہے۔ اس کا کام مادیت کے پُر پیچ راستوں کے ذریعے انسان کو حق و صداقت تک پہنچانا اور اسرارِ فطرت کا سراغ لگانا ہے۔ اس لیے اسلام اور سائنس دو متضاد قوتیں نہیں بلکہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے دو مختلف راستے ہیں۔ ان دو راستوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اسلام وحی الٰہی پر مبنی ہے جو قطعی اور حتمی ہے اور جس میں مشاہدات و تجربات یا کسی تبدیلی، ترمیم یا تنسیخ کا امکان نہیں اور سائنس کی بنیاد عقلیات پر ہے جس میں ہر لحظہ غلطی و تبدیلی کا امکان رہتا ہے، اس لیے سائنس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔

سائنس فی الحقیقت آیات اللہ میں سے ہے اور حقیقت تک پہنچاتی ہے مگر اس کا دائرہ چونکہ مادیت تک محدود ہے اس لیے اس کی رہنمائی بھی اسی حد تک ہے۔ اس سے آگے صرف اسلام، جو کہ وحی ربانی پر مشتمل ہے، انسان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ تاہم اسلام اور سائنس دونوں حق ہیں اور دو حق باتوں میں تضاد کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان سائنس دان پہلے عالم دین اور پھر سائنس دان ہوتے تھے۔

۵۰۔ محمد سعید: سائنس کا ارتقاء، قومی کتب خانہ لاہور۔ ۱۹۵۸ء، ص ۴۷، ۴۸

(بقیہ تاثرات) اسرائیل کو قائم ہو کر صرف چند روز ہوئے تھے اور عرب فوجوں کے لیے اس کو ختم کر دینا کوئی بڑا کام نہ تھا۔ مگر عربوں کو ناکامی ہوئی کیونکہ عرب ممالک باہمی رقابت وعداوت اور نفاق وانتشار میں گرفتار تھے اور متحد ہو کر یہودیوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اختلافات کا یہ عالم تھا کہ سب ملکوں نے عارضی جنگ بندی کا معاہدہ بھی الگ الگ کیا جس سے اسرائیل کو چھ مہینے کی مہلت مل گئی اور جنگ بند ہوئی تو اسرائیل اس سے زیادہ علاقہ پر قابض تھا جو اقوام متحدہ کے فیصلے کے مطابق اس کو ملنا چاہیے تھا۔

جمال عبدالناصر عربی دنیا پر اپنی سیادت قائم کرنے کے لیے عرب قومیت اور اتحادِ عرب کے علم بردار بن کر اٹھے مگر عربوں میں سیاسی اختلاف اور نظریاتی انتشار جتنا ان کے زمانے میں بڑھا اتنا کسی اور زمانے میں نہ تھا۔ عربوں کے اتحاد و استحکام کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں اور نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۶۷ کی جنگ میں عربوں کو بدترین شکست، تباہی اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور اسرائیل نہر سویز تک وسیع علاقہ پر قابض ہو گیا۔

یہ شکست عربوں کی تباہی کی انتہا تھی جس سے انھوں نے عبرت حاصل کی اور اپنی جنگی قوت اور مہارت بڑھانے کے ساتھ ساتھ باہمی اتحاد و تعاون کو بھی فروغ دیا چنانچہ اس جنگ میں عرب ممالک متحد و متفق ہو کر اسرائیل سے برسرپیکار ہیں اور اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں جن سے یہ توقع بندھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عرب آخری فیصلہ کن جنگ میں فتح یاب ہوں گے۔

پاکستان قائم ہونے کے فوراً بعد ہی فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ میں زیر بحث آیا تھا۔ پاکستان ہمیشہ عربوں کی زبردست حمایت کرتا رہا ہے۔ کیونکہ ہم سب مسلمانوں کے نزدیک یہ صرف عربوں کا نہیں، پوری اسلامی دنیا کا مسئلہ ہے اور عربوں کی حمایت کرنا ہمارا دینی فرض ہے۔ امن وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ۱۹۴۸، ۱۹۵۶ اور ۱۹۶۷ کی جنگوں میں اسرائیل نے جن عرب علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کیا ہے وہ اس سے واپس لیے جائیں اور فلسطین کے عرب پناہ گزینوں کو ان کے وطن میں پھر آباد کیا جائے۔ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے مصر اور شام کے سربراہوں کو پاکستان کی حمایت کا یقین دلایا ہے اور اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کو اس اہم حقیقت پر متوجہ کیا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں قیام امن کے لیے اولین شرط یہ ہے کہ اسرائیل مقبوضہ عرب علاقے خالی کر دے۔ دنیا کی تمام امن پسند اور حق و انصاف کی حامی قوموں کا بھی یہی موقف ہے، اور اس علاقے میں قیام امن کی یہی مؤثر ضمانت ہو سکتی ہے۔

(رزاقی)